OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 4, Issue 1 (January-March 2021)

خواتین کے ہراسمنٹ سے تحفظ کے ایکٹ 2010ء میں ہراسمنٹ کی تعریف کا تنقیدی مطالعہ
(A Critical Study of Definition of "Harassment" in "The Protection against Harassment of Women at Workplace Act 2010")

Shakeel Ur Rahman
Doctoral Candidate Islamic Studies, University of Malakand
Professor Dr. Ata Ur Rahman
Dean/Chairman, Department of Islamic studies, University of Malakand
Dr. Badshah Rehman
Assistant professor of Islamic studies, University of Malakand

Abstract

This article presents a critical study of the definition of "Harassment" in "The Protection against Harassment of Women at Workplace Act 2010". The study proves that the definition of sexual harassment in the said law is not correct from Islamic point of view. According to Islam the legitimacy of a gender relationship depends not only on mutual consent, but also on certain moral limits. In order to prevent harassment, it is necessary to make the interaction of genders bound by Islamic principles and etiquette. Modesty is the basis of the Islamic code of conduct, which must be kept in mind in the process of such legislation.

Key Words: Harassment, definition, Islam, Harassment Act 2010

تمہید

عورتوں کو ہراساں کرنے کے خلاف ایکٹ بعنوان The Protection against Harassment of Women at Workplace Act 2010 میں ہراسمنٹ کی تعریف کے حوالے سے یہ تاثر سامنے آتا ہے کہ جنسی

CC BY

فعل اس وقت جرم تصور ہو گا، جب یہ فریقین کی باہمی رضامندی کے خلاف ہو، جب کہ اسلام کے نقطۂ نظر سے باہمی رضامندی سے بھی یہ فعل جرم ہے۔اس تناظر میں مذکورہ ایکٹ کا اسلامی ضابطہ اخلاق کی تناظر میں تحقیقی جائزہ لینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ دیکھا جائے اس سے ہماری قومی روایات اور اجتماعی سوچ پر کوئی ضرب تو نہیں پڑتی ہے!سو زیرِ نظر مضمون میں یہ جاننے کی کوشش کی گئی ہے کہ اس ضمن میں حقیقی اسلامی نقطۂ نظر کیا ہے؟ تاکہ ایکٹ میں موجود اس تعریف کو اسلامی حدود و آداب کے دائرے میں لانے اور پاکستان ایسے اسلامی جمہوری ملک کے تشخص کے مطابق بنانے میں مدد فراہم ہو۔

ایکٹ میں ہراسانی کی تعریف

زیرِ نظر ایکٹ میں ہراسانی کی تعریف یوں کی گئی ہے:

> "Harassment" means any unwelcome sexual advance, request for sexual favors or other verbal or written communication or physical conduct of a sexual nature or sexually demeaning attitude, causing interference with work performance or creating an intimidating, hostile or offensive work environment, or the attempt to punish the complainant for refusal to comply to such a request or is made a condition for employment.[1]

"خوف وہراس" کا مطلب ہے، کوئی بھی ناخوش گوار جنسی پیش قدمی، جنسی تعلق کی استدعا یا جنسی نوعیت کا کوئی زبانی یا عملی طرز عمل یا جنسی تذلیل جو کام کی انجام دہی میں رکاوٹ کا سبب بنے یا خوف و ہراس پیدا کرے یا جارہانہ یا مخالفانہ ماحول کا باعث بنے، یا مذکورہ مدعا پورانہ کرنے پر مستغیث کی سزا اس پر مشروط کرے۔

غیر رضامندی کی قید اور اسلامی ضابطہ اخلاق

اس تعریف میں، جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا، غیر رضامندی (Unwelcome) کی قید لگائی گئی ہے۔ گویا اس ایکٹ کی رو سے صرف وہی جنسی اقدام قابلِ گرفت ہے، جس میں دوسرے فریق کی رضامندی شامل نہ ہو، بہ الفاظِ دیگر جنسی فعل یا اس کے مقدمات کو تب جرم سمجھا جائے گا، جب ناخوش گوار اور ناپسندیدہ ہوں۔ رضامندی سے ہوں تو ان کی حیثیت کیا ہو گی؟ اس کی کوئی وضاحت موجود نہیں۔ لیکن رضامندی کی قید سے سے مترشح ہے کہ اس ایکٹ کے خالقوں کے نزدیک رضامندی والا جنسی فعل جرم کی فہرست سے خارج ہے، لیکن اسلام میں ایسی واضح تعلیمات ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ فحش فعل فریقین کی رضامندی سے ہو تب بھی گناہ اور جرم ہے۔ اسلام کے اس نقطۂ نظر کی تحقیق و تفصیل کے لیے زیرِ نظر تناظر میں اسلامی

---

[1] The Gazette of Pakistan, "The Protection Against Harassment of Women At the Workplace Act 2010." Accessed March 15, 2021. https://qau.edu.pk/pdfs/ha.pdf

تعلیمات کے مختلف پہلو قابلِ ملاحظہ ہیں۔ ذیل کی سطور میں ہم اس حوالے سے اختلاطِ مر وزن سے متعلق اسلامی تعلیمات اور حیاکے اسلامی تصور سے متعلق پہلوؤں پر درج ذیل دو عنوانات کے تحت گفت گو کریں گے:

1۔اسلام کا تصورِ حیا2۔اختلاطِ مر دوزن اور اسلام۔

اسلام کا تصورِ حیا

زیرِ بحث مسئلے میں اسلام کے نقطۂ نظر کی تفہیم کے لیے اسلام کے تصورِ حیا (Modesty) پر غور نہایت ضروری ہے۔حیا ایک ایسا فطری وصف ہے جو آدمی کو ہر قسم کے برے کاموں، فواحش اور منکرات سے بچاتا، اور اچھے پسندیدہ کاموں پر امادہ کرتا ہے۔لغت میں حیا کی تعریف یوں کی گئی ہے:الحیاء انقباض النفس عن القبائح۔[2] "حیا کا مطلب ہے نفس کو قبیح اعمال سے روکنا۔" اسی وجہ سے اسلام میں نامحرم مر دوں اور عورتوں کے باہمی معاشقوں اور دوستیوں سے منع کیا گیا ہے۔ مثلاً ایک جگہ ارشاد ہے:

> فَانكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ۔ [3]
>
> تم لونڈیوں کے آقاؤں کی اجازت پر نکاح کرو اور معروف طریقے کے مطابق ان کو مہر دو، جب کہ وہ عقدِ نکاح میں لائی گئی ہوں، بدکاری کرنے والیاں نہ ہوں اور نہ چھپ چھپ کر آشنا بنائے پھرتی ہوں۔

مسلمان مر دوں ے کتابی عورتوں سے نکاح کے جواز کے قرآنی بیان میں بھی حیا کا وہ تصور نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے، جو ایسے کسی بھی فعل کو غلط اور اسلام کے نقطۂ نظر سے جرم قرار دیتا ہے، جو زنا یا اس کی طرف لے جانے والا ہو، چاہے اس میں فریقین کی رضامندی شامل ہو۔ فرمایا:

> وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ [4]
>
> اور پاک دامن مسلمان عورتیں بھی تمھارے لیے حلال ہیں اور پاک دامن کتابی عورتیں بھی، جب کہ تم ان کو ان کے مہر ادا کر دو، نیز اس سے عفت مقصود ہو نہ کہ کھلی بدکاری یا چھپی دوستی۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نا محرم مرد اور عورت کی باہم ناجائز طور پر بغیر نکاح کے کی جانے والی دوستیوں کو پاکدامنی (chasteness) کے خلاف قرار دیا ہے۔ غور کرنے سے ایک باریک نکتہ سمجھ میں آتا ہے کہ پہلی آیت میں شرعی اور جائز طریقے کے خلاف چوری چھپے دوستی کی نسبت کو لونڈیوں (Slaves) کی طرف منسوب کیا گیا، جب کہ دوسری آیت میں مسلمان مر دوں کی طرف سے اہل کتاب کی عورتوں کی طرف۔ حالانکہ مذکورہ دودونوں آیات میں مومنہ عورتوں کا بھی ذکر

---

[2] جار اللہ الزمخشری، الفائق (بیروت: دار الفکر، 1413ھ/1992ء)، 341۔

[3] النساء 5: 25۔

[4] المائدہ 5:6۔

موجود ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ پاک دامنی کا وصف بطور خاص ذکر فرمایا ہے۔اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کوئی بھی خلافِ حیا حرکت مسلمان عورتوں کے شایان نشاں نہیں۔

قرآن مجید میں اور بھی متعدد مقامات پر فحش اور بدکاری یا ان کی طرف لے جانے والے ہر فعل کی مذمت کی گئی اور اس سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے۔اس طرح کے اسلامی احکام میں بھی کہیں اس بات کا امتیاز نہیں رکھا گیا کہ رضامندی سے ایسے افعال قابلِ گرفت نہیں اور صرف بغیر رضامندی سے کیے گئے فعل ہی قابلِ گرفت ہیں۔اس سلسلے میں دو آیات دیکھیے:

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ [5]

اے نبی کہہ دو !میرے اللہ نے بے حیائی کے کاموں کو ممنوع کیا ہے،چاہے وہ کھلی بے حیائی ہو یا چھپی ہوئی۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَلاَ تَقْرَبُوا الفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۔[6]

فحش کے قریب بھی نہ جاؤ، ظاہر ہو یا پوشیدہ۔

احادیث نبوی میں بھی حیا کی غیر معمولی اہمیت سامنے آتی ہے۔احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ حیا اسلامی ضابطۂ اخلاق کی بنیاد ہے۔ایک حدیث فرمایا گیا ہے:ان لکل دین خلقا وخلق الاسلام الحیاء۔[7] "ہر دین کے کچھ اخلاق ہوتے ہیں اور اسلام کا اخلاق حیا ہے۔" اسلام کے نقطۂ نظر سے حیا ختم ہو جانے سے پوری عمارتِ اخلاق ہی ڈھے جاتی ہے۔حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ نبی آخر الزمان ﷺ کا ارشاد ہے:

اذا لم تستحی فاصنع ما شئت۔[8]

جب تمھارے اندر حیا باقی نہ رہے، تو پھر جو چاہو کرو۔

ایک اور حدیث میں ہے:

الحیاء وا لایمان اذا قرنا جمیعا ، فاذا رفع احدهما رفع الآخر۔[9]

بے شک حیا و ایمان آپس میں ملے ہوئے ہیں،جب ایک اٹھ جاتا ہے، تو دوسرا بھی اٹھا لیا جاتا ہے۔

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں:

الحیاء لا یاتی الا بخیر۔[10]

حیا صرف خیر ہی لاتی ہے۔

---

[5] الاَعراف8: 33۔

[6] الاَنعام8: 151۔

[7] ابن ماجہ، السنن،5:277۔

[8] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح،4:177۔

[9] ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم، المستدرک علی الصحیحین للحاکم (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1411ھ /1990ء)،73۔

[10] مسلم بن الحجاج القشیری، الجامع الصحیح،64۔

اسلامی تصورِ حیا کے تناظر میں زیر نظر مسئلے کو سمجھنے کے لیے قرآن کے اس تصور کو سمجھنے کی بھی ضرورت ہے، جس میں بے حیائی (Vulgarity) اور اس کو ابھارنے والے جملہ اعمال کو واضح طور پر فحاشی (Obscenity) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ سورہ یوسف میں حضرت یوسف اور زلیخا کے حوالے سے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ " المراودة السوء" برائی کے معنی میں استعمال ہوا ہے، جو آیت کی سیاق ہی میں موجود ہے:" کذالک لنصرف عنه السوء والفحشاء" [11] " السوء" سے وہ خبیث وسائل (چومنا اور شہوانی نظروں سے دیکھنا) مراد ہیں، جو ابھارنے اور مشتعل کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، جو فحش عمل یا زنا پر منتج ہوتے ہیں۔ [12] اس تناظر میں اسلام کے نقطۂ نظر سے ہر وہ عمل جو بے حیائی اور فحاشی پر ابھارتا ہے، برائی اور جرم تصور ہوگا۔ گویا صرف برائی پر ابھارنے والا ہر فعل برائی اور جرم ہے نہ کہ صرف ناپسندیدہ فعل، جیسا کہ مذکورہ ایکٹ کی زیر نظر تعریف میں کہا گیا ہے۔

اختلاطِ مردوزن اور اسلام

زیرِ بحث تعریف کے حوالے سے اس ایکٹ کے خالقوں کے اس نظریے پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ان کے نزدیک مردوعورت کے اختلاط کو ایک عام بات باور کرایا گیا ہے، اور اس کی طرف توجہ ہی نہیں کی گئی کہ اسلام میں کسی جگہ پر مردوں اور عورتوں کے اکٹھے ہونے کے بھی کچھ اصول وضوابط ہیں؛ اس کے نقطۂ نظر سے مردوزن کا بے محابا، غیر ضروری اور آزادانہ اختلاط درست نہیں۔ بنابریں اسلامی جمہوری ملک میں کسی قانون سازی کے دوران میں اس بات کو یکسر نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ مردوزن نے کہیں مجبوراً اکٹھے کام بھی کرنا ہو تو ایسا انتظام کرنے کی ضرورت ہے، جہاں ان کے لیے آزادانہ اختلاط سے بچنے کی صورتیں مہیا کی گئی ہوں، یا کم از کم ان کی ضرورت ہی کو نمایاں کیا گیا ہو۔ اس تناظر میں اسلام کے نقطۂ نظر سے قانون سازی میں اس بات کی طرف توجہ بھی ضروری قرار پاتی ہے کہ نامحرم مرد اور عورت کے تنہائی میں ملنے یا اکٹھے رہنے کے امکانات مسدود کیے جائیں۔ اس کے نزدیک کسی مرد کا اجنبیہ کے ساتھ اختلاط زہر قاتل ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

لا یخلون رجل بامراة الا کان ثالثهما الشیطان۔[13]

مردوعورت کی خلوت میں تیسرا شیطان ہی ہوتا ہے۔

گویا اسلام بنیادی طور پر یہ چاہتا ہے کہ معاشرے میں مردوزن کے مقام عمل جدا جدا ہوں، تاکہ صنفین کا آپس میں آزادانہ اختلاط نہ ہو، جب کہ ہمارے یہاں قانون سازی کرتے وقت اسلام کے اس تقاضے کو یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے، اور اس اختلاط کو معیوب ہی خیال نہیں کیا جاتا، حالانکہ ہراسمنٹ کو روکنے کے لیے یہ انتہائی ضروری ہے کہ اس اختلاط کو ختم کیا جائے یا جتنا ہو سکے کم کیا جائے۔

بحث کے اہم نکات

---

[11] یوسف 12: 24۔

[12] سید قطب ابراہیم حسین الشاربی، فی ظلال القرآن (بیروت: دار الشروق، 1412ھ / 1991)، 4: 1977؛ ابوعبداللہ محمد بن عمر فخر الدین الرازی، مفاتیح الغیب (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1420ھ / 1999ء)، 18: 444۔

[13] محمد بن عیسی الترمذی، السنن، 2: 465۔

اسلامی ضابطۂ اخلاق زیرِ نظر مسئلے کو بطور ایک فرد کے تحفظ کے نہیں دیکھتا بلکہ فرد کے تحفظ کے ساتھ ساتھ بنت حوا کی حیا اور پاک دامنی کی قدروں کے تناظر میں بھی دیکھتا ہے۔اس کے نزدیک صرف جنسی ہراسانی ہی مسئلہ نہیں بلکہ دو اور چیزیں بھی قابل اعتراض ہیں: 1۔ جنسی کشش پیدا کرنے کے مختلف وسائل بروئے کار لانا2۔ معاشقہ بازی کرنا، جو کہ باہمی رضامندی سے ہی ممکن ہوتی ہے۔ گویا اسلام مسئلے کو ایک کل کے طور پر دیکھتے ہوئے باقی دو پہلوؤں کو بھی موضوع بحث بناتا ہے۔اسی طرح وہ مرد کو بھی حکم دیتا ہے کہ عورت کی نسوانی کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کا جنسی استحصال کرکے تلذذ کا ذریعہ نہ بنائے۔اسی اصول کے تحت کسی جرم کی صورت میں جب قانون حرکت میں آتا ہے تو وہ صرف جنسی ہراسانی پر نہیں، بلکہ باقی دونوں پہلوؤں (جنسی کشش پیدا کرنے اور معاشقہ بازی) کے حوالے سے بھی حرکت میں آتا ہے۔ اس کے برعکس انسانی حقوق کا عصری فلسفہ اس مسئلے کو بنیادی طور پر عورت کی انفرادیت اور آزادی کے تناظر میں دیکھتا ہے، اور صرف اسی حد تک اس کے سدباب کو موضوع بحث بناتا ہے۔ جہاں تک حیا، پاکدامنی اور عفت کی اقدار اور صنفین کے اختلاط کو چند حدود و آداب کا پابند بنانے کا تعلق ہے، جدید فلسفۂ معاشرت کو اس سے براہ راست کوئی دلچسپی نہیں، بلکہ بعض صورتوں میں یہ چیزیں حریت فرد اور شخصی آزادی کے منافی سمجھی جاتی ہیں۔یوں اس ضابطہ اخلاق کو باقی دونوں پہلوؤں سے الگ کرکے یہ مانا جاتا ہے کہ عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جیسا چاہے، لباس پہنے اور اپنے نسوانی حسن کی داد وصول کرے ؛اس حوالے سے اس پر کوئی معاشرتی اور قانونی پابندی عائد نہیں کی جاسکتی ؛ سماجی اور قانونی قدغنیں صرف وہاں شروع ہوں گی جہاں عورت کو جنسی ہراسانی جیسے مسائل کا سامنا ہو گا۔ جنسی ہراسانی جیسے اخلاقی و سماجی مسائل میں جدید ذہنیت کی یہی بنیادی غلطی اس جیسے دیگر مسائل میں بھی ظاہر ہوتی ہے۔ان نکات سے توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا مقصود ہے کہ ایک طرف تو آزادیِ نسواں کے نام سے جنسی جذبات کو برانگیختہ کرنے کے لیے جن ذرائع کو جواز فراہم کیا جاتا ہے، ان کے لازمی نتائج و نقصانات سے نظریں چرائی جاتی ہیں۔یہ سادہ فکری اور غیر حقیقت پسندانہ عمل ہے، جس پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

نتیجۂ بحث

عورتوں کے ہراسمنٹ سے تحفظ کے ایکٹ 2010ء کے اس تنقیدی مطالعے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مذکورہ قانون میں جنسی ہراسانی سے متعلق تعریف اسلامی نقطۂ نظر سے درست نہیں۔ اس لیے کہ صنفی تعلق کے جائز ہونے کا دارومدار محض باہمی رضامندی پر نہیں، بلکہ چند اخلاقی حدود و شرائط پر ہے، جنھیں نظرانداز کرکے باہمی رضامندی سے قائم ہونے والا تعلق بھی اسلامی ضابطۂ اخلاق کی رو سے غیر اخلاقی اور ناجائز ہے۔ غیر اخلاقی صنفی تعلق کے سدباب کے لیے صنفین کے میل جول کو اسلامی اصول و آداب کا پابند بنانے کی ضرورت ہے۔حیا اسلامی ضابطۂ اخلاق کی بنیاد ہے، جس کو اس نوع کی قانون سازی اور تعریفات متعین کرنے کے عمل میں پاکستان ایسے اسلامی جمہوری ملک میں ملحوظ رکھا جانا چاہیے۔